www.KitaboSunnat.com

آٹھویں فصل:

آٹھویں دلیل عرف

۲۳۵۔عرف کی تعریف:

عرف: قول یا فعل جس سے معاشرہ مانوس ہو کر اس کا عادی بن جائے اور اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس پر کاربند ہو جائے۔

فقہاء کے ہاں اس کا اور عادت کا مفہوم ایک ہے، سو ان کا یہ کہنا کہ یہ عرف اور عادت سے ثابت ہے، کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے ہاں عادت عرف کا غیر ہے، بلکہ عادت عین وہی ہے، اس کا ذکر صرف اور صرف تاکید کے لیے ہے، نہ کہ اساس قائم کرنے کے لیے۔

عرف جیسا کہ تعریف سے واضح ہوا کہ کبھی وہ قولی یا فعلی ہوتا ہے اور کبھی عام یا خاص (محدود) ہوتا ہے وہ ان تمام قسموں سمیت کبھی صحیح یا فاسد ہوتا ہے۔

۲۳۶۔عملی عرف:

اعمال میں سے وہ عمل جس کے لوگ عادی ہو جائیں، جیسے بغیر بولے بیچنے اور خریدنے والے کا قیمت اور چیز کا تبادلہ کر لینا (بیع بالتعاطی) اور مہر کو فوری اور مؤخر میں تقسیم کرنا، اور حماموں میں ٹھہرنے کی مدت معین کیے بغیر ان میں داخل ہونا اور نہ (ان میں) استعمال ہونے والے پانی کی مقدار کا مقرر کرنا، اور گھریلو برتنوں اور جوتوں کے تیار کرنے کا آرڈر دینا، اور کھانے کو مہمان کے سامنے پیش کرنے کو مہمان کے لیے اس سے تناول کرنے کی اجازت اعتبار کرنا اور اسی کی مانند۔

قولی عرف:

یہ ہے کہ بعض الفاظ کے بارے میں لوگ آپس میں اس بات سے واقف ہو جاتے ہیں کہ وہ لفظ سے اس معنی کے علاوہ اور معنی مراد لیتے ہیں جس معنی کے لیے وہ لفظ بنایا گیا، جیسے ان کا آپس میں لفظ وَلَدْ کے صرف مذکر پر مونث کے لیے نہیں استعمال کرنے سے واقف ہونا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لفظ لحم (گوشت) کا مچھلی کے علاوہ پر استعمال کرنا اور لفظ دابہ (رینگنے والا) کا حیوانات میں سے ان پر استعمال جو چار ٹانگوں والے ہوں حالانکہ یہ لفظ اصل میں اس کے لیے بنایا گیا ہے جو زمین پر رینگتی ہو۔

عرف اپنی دونوں قسموں عملی اور قولی سمیت کبھی عام ہوتا ہے، جب وہ تمام اسلامی علاقوں میں پھیل جائے، اور ان علاقوں میں تمام لوگوں کا اس پہ چال چلن ہو جائے اور جو ایک علاقے میں ہو اور دوسرے میں نہ ہو یا مخصوص پیشے والوں یا مخصوص کاریگری والوں کے درمیان ہو وہ عرف خاص (محدود) ہوتا ہے۔

عراق میں عملی، خاص، عرف میں سے یہ ہے کہ حق مہر کو فوری اور موخر میں تقسیم کرنا، اور دیالی ضلع کے بعض علاقوں میں خریدار کو مالٹے خریدنے پر مزید کچھ اور کا دیا جانا۔

اور قولی، عام، عرف میں سے یہ ہے: لفظ دابہ کا چار ٹانگوں والوں پر استعمال کرنا اور اسے انسان پر استعمال نہیں کرتے ان کا آپس میں لفظ طلاق کے ازدواجی تعلق کو ختم کرنے پر استعمال کرنے سے واقف ہونا اور قولی، خاص، عرف میں سے یہ ہے کہ وہ الفاظ جن پر علوم والے، یا پیشوں اور صنعتوں والے اپنی اصطلاحیں (کسی مفہوم کی ادائیگی کے لیے خاص لفظ مقرر کرنا) قائم کر لیں، تو وہ ان کے استعمال کے وقت اصطلاحی معنی مراد لیتے ہیں نہ کہ ان کے لغوی معنی۔

۲۳۷۔ صحیح عرف وہ ہے جو شریعت کی نصوص (فرامین) میں سے کسی نص کے مخالف نہ ہو اور نہ وہ معتبر مصلحت کو ضائع کرے، اور نہ وہ راجح خرابی کو لے کر آئے، جیسا کہ لوگوں کا آپس میں اس بات سے واقف ہونا کہ جو لباس وغیرہ کی مانند منگیتر اپنی منگیتر کو دیتا ہے اسے تحفہ شمار کیا جائے گا اور وہ مہر میں داخل نہیں ہوگا اور جیسا کہ ان کا آپس میں حق مہر منعقد (عقد نکاح) کرنے کے وقت عام لوگوں کو دعوت دینے اور انہیں مٹھائی پیش کرنے سے واقف ہونا ہے اور جیسا کہ پچاس سال قبل اہل بغداد آپس میں اس بات سے متعارف تھے کہ گھروں والوں کے ہاں تعمیراتی کام کرنے والوں کو انہیں دوپہر کا کھانا دینا ہوگا اور اسی طرح سے قہوہ خانوں والے اس بات سے باہم متعارف ہیں کہ انہیں اپنے کاریگروں کو دوپہر اور شام کا کھانا دینا ہوگا اور جیسا کہ عراق میں لوگوں کا آپس میں اس بات سے واقف ہونا کہ موخر شدہ حق مہر طلاق کی بنا پر علیحدگی یا موت کے بعد ہی لازم ہوگا اور اس کا مطالبہ کیا جا سکے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فاسد عرف یہ ہے کہ جو شارع کی نص کے خلاف ہو، یا نقصان کو لاتا ہو، یا مصلحت کو دور کرتا ہو۔ جیسا کہ لوگوں کا آپس میں ناجائز سودوں کے استعمال سے واقف ہونا جیسے بینکوں یا افراد سے سود پر قرض مانگنا، اور جیسے قسمت پڑی، گھوڑ دوڑ، تاش اور شطرنج وغیرہ جیسے جوئے کا عادی ہونا۔

۲۳۸۔ عرف کی حجیت:

علماء نے عرف کو استنباط کے اصولوں میں سے ایسا اصول تسلیم کیا ہے کہ جس پر احکام کی بنیاد قائم ہوتی ہے، اور عرف کی حجیت پر دلالت کرنے والے ان کے اقوال میں سے یہ قول ہے کہ: عادت حاکم ہے۔ (اور جواز روئے عرف معروف ہو وہ اس کی مانند ہے جو از روئے شرط مشروط ہو۔) ان میں سے بعض ❶ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ﴾ (الاعراف: ۱۹۹) ''آپ درگزر کو اختیار کریں اور نیک کام کی تعلیم دیں۔'' سے عرف کی حجیت اور اس کے شرعاً معتبر دلیل ہونے پر دلیل پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے، لیکن یہ دلیل کمزور ہے، کیونکہ آیت میں عرف سے مراد معروف ہے اور معروف وہ ہے جس کی اچھائی معلوم شدہ ہو اور اس کا کرنا واجب ہو اور یہ ہر وہ چیز ہے جس کا حکم شریعت نے دیا ہے۔ اور بعض نے ❷ نبی کریم ﷺ سے مروی حدیث: مَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، ''وہ چیز جس کو مسلمان اچھا دیکھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھی ہے۔'' سے عرف کی حجیت پر دلیل پیش کی ہے اور یہ دلیل بھی کمزور ہے، چنانچہ کئی ایک علماء نے کہا ہے کہ یہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور اس کی دلالت اجماع کی حجیت کی جانب اشارہ کرتی ہے، نہ کہ عرف کی ❸ سوائے اس صورت کے کہ جب اجماع کی بنیاد صحیح عرف پر ہو، تو اس منقول کی دلالت عرف کی اقسام میں سے ایک قسم پر محدود ہوگی نہ کہ پورے عرف پر۔

اور حق بات یہ ہے کہ عرف شرع میں معتبر ہے اور اس پر احکام کی بنیاد قائم کرنا صحیح ہے، اور یہ حقیقت میں خود مختار (مستقل) دلیل نہیں ہے، مگر یہ شریعت کی معتبر دلیلوں کی طرف

---

❶ الفروق: للقرافی: ۳/ ۱۴۹.

❷ الکاسانی فی بدائع الصنائع: ۵/ ۲۲۳، المبسوط، للسرخی: ۱۲/ ۱۳۸.

❸ الآمدی: ۳/ ۱۱۲.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع (توجہ) کرتی ہے اور جو بات ہم نے کی ہے اس پر دلیل کے کئی پہلو ہیں، ان میں سے:

پہلا: ہم نے باحکمت شارع کو پایا ہے کہ اس نے عرب کے جائز عرفوں کا لحاظ رکھا ہے، ان میں سے یہ ہے کہ: اس کا ان تجارتوں اور شراکتوں کو برقرار رکھنا جو عرب کے نزدیک جائز تھیں، جیسے مضاربت (منافع میں معین حصہ معین حصہ پر مال میں تجارت کرنا) اور (مختلف) تجارتیں اور اجرتوں پر کام جو کہ خرابیوں سے خالی ہوں۔ ❷ اور ہم نے شارع کو پایا ہے کہ اس نے سلم (تجارت کی ایک قسم جس میں قیمت پیشگی دی جاتی ہے) کو اپنے منع کے حکم کہ انسان وہ چیز نہ بیچے جو اس کے پاس نہیں ہے، کے عموم سے الگ کر دیا (یعنی جائز قرار دیا) کیونکہ اہل مدینہ کا عرف اور عادت سلم پر جاری تھا اور آپ نے کھجوروں کے عوض کھجوریں فروخت کرنے سے منع کیا، مگر عرایا (تجارت کی ایک قسم) میں رخصت دے دی، عرایا یہ ہے کہ درخت پر موجود تر کھجوروں کو ان کی مقدار کا اندازہ لگا کر خشک کھجوروں کے عوض فروخت کرنا، کیونکہ وہ تجارت کی اس قسم سے آپس میں واقف تھے، اور اس کے ضرورت مند ہوتے تھے، تو حکمت والے شارع کے اس طریقہ کار نے اس جائز عرف کا لحاظ رکھنے پر دلالت کی جس پر لوگوں کے معاملات قرار پا چکے ہوں جہاں تک فاسد عرف ہے تو ہم نے شارع کو دیکھا ہے کہ وہ اس کی پاس داری نہیں کرتا بلکہ اسے ناجائز اور کالعدم قرار دیتا ہے، جیسا کہ اس نے لے پالک میں کیا ہے، حالانکہ وہ ان کی جاہلیت کی عادتوں میں سے تھی اور جیسا کہ اس نے عربوں کی عورتوں کو وارث نہ بنانے میں اسے کالعدم کر کے اور وراثت میں عورتوں کا حصہ مقرر کر کے کیا۔

دوسرا: عرف درحقیقت شرع کی معتبر دلیلوں کی طرف ہی لوٹتا ہے، جیسا اجماع، مصلحت مرسلہ، اور ذرائع، تو اجماع کی طرف لوٹنے والے عرف میں سے چیز تیار کروانے کا آرڈر، حماموں میں جانا، ان دونوں کے بارے میں بغیر کسی انکار کے عرف جاری ہے، لہٰذا یہ اجماع کے طبقہ میں سے ہے اور اجماع معتبر ہے، اور عرف میں وہ عرف بھی ہے جو مصلحت مرسلہ کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ عرف کو دلی کیفیات پر اختیار حاصل ہے، تو اس کی رعایت ان پر

---

❷ دیکھئے زیلعی کی شرح الکنز: ۵/۵۲ میں وہ کہتے ہیں: لوگ نبی کریم ﷺ کے دور میں مضاربت پر معاملہ کیا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے انہیں اس پر برقرار رکھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسانی کرنے اور ان سے تنگی کو ختم کرنے کے باب سے ہے، بشرطیکہ عرف جائز ہو، فاسد نہ ہو۔ جیسا کہ ان کو عرف سے منتقل کرنے میں مشقت اور تنگی ہے اور تنگی زائل شدہ ہے، کیونکہ وہ فساد ہے اور سرخسی نے اپنی مبسوط میں اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں وہ کہتا ہے:

کیونکہ عرف میں ثابت شدہ شرعی دلیل سے ثابت ہے اور کیونکہ عام پھیلی ہوئی عادت سے الگ کرنے میں واضح تنگی ہے۔ ❶

تیسرا: مختلف زمانوں میں فقہاء کا عرف سے دلیل لینا اور اپنے اجتہاد میں اس کا اعتبار کرنا، عرف کے اعتبار کے صحیح ہونے پر دلیل ہے کیونکہ اس کے بارے میں ان کا علم سکوتی اجماع کے مرتبہ پر ہے، چہ جائے کہ ان میں سے بعض نے اس کی صراحت کر دی ہے اور بعض دیگر نے اس سے خاموشی اختیار کی ہے، تو اس کا معتبر ہونا اجماع کی بنا پر ثابت ہوا۔

۲۳۹۔ عرف پر احکام کی بنیاد کے معتبر ہونے کی شرائط:

عرف کے معتبر ماننے اور اس پر احکام کی بنیاد قائم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط لگائی گئی ہیں۔

پہلی: یہ کہ وہ نص کے مخالف نہ ہو، اس طرح سے کہ وہ جائز عرف ہو، جیسا کہ ان مثالوں میں ہے جو ہم نے جائز عرف کی بیان کی ہیں، اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ لوگ آپس میں اس بات سے واقف ہیں کہ امانت جس کے سپرد کرنے کے جائز ہونے کی عادت جاری ہے تو اس کو امانت سونپنے کے ساتھ ہی امانت میں (تصرف کی) اجازت ہوگی، جیسے سپرد کرنے والے کی بیوی، اس کی اولاد اور خادم، اس کی ایک اور مثال منقولہ چیز کا وقف کرنا اور سودوں کے ساتھ ملی ہوئی وہ شرطیں جن کا فیصلہ جائز عرف دیتا ہو اور اگر عرف نص کے مخالف ہو تو وہ معتبر نہیں، جیسے سود کا لین دین اور دعوت ولیمہ میں شراب کا دور اور شرمگاہوں کو برہنا رکھنا، تو یہ اور جو ان کی مانند ہوں ان کے غیر معتبر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ ❷

نص کے مخالف عرف سے مقصود وہ عرف ہے جو اس کا ہر جہت سے مخالف ہو کہ اس کے لینے سے نص پر عمل کلی طور سے باطل قرار پاتا ہو، جیسا کہ ان مثالوں میں ہے جو ہم نے بیان

---

❶ المبسوط: ج۱۳/ ص۱٤.

❷ مبسوط: ۱۲/ ۱۹٦ میں ہے کہ ہر وہ عرف جس کے خلاف نص آگئی ہے وہ غیر معتبر ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہیں، مگر جب وہ اس حیثیت میں نہ ہو تو اسے نص کا مخالف شمار نہیں کیا جائے گا، اور اس کے دائرے میں اس پر عمل کیا جائے گا اور جو عرف کے فیصلہ کے علاوہ ہے اس میں نص پر عمل کیا جائے گا، جیسا کہ اشیاء تیار کروانے کے سودے میں ہے، درحقیقت یہ غیر موجود چیز کی تجارت ہے اور غیر موجود کی تجارت شریعت میں جائز نہیں ہے، لیکن اشیاء تیار کروانا جائز ہے کیونکہ بغیر کسی انکار کے لوگ اس پر معاملات کر رہے ہیں، تو عرف کی بنا پر اس پر عمل کیا جائے گا اور جو اس کے علاوہ ہے اس میں غیر موجودگی کی تجارت جائز نہ ہونے کے قاعدے کو لیتے ہوئے اسے منع کر دیا جائے گا۔

دوسری: عرف لگاتار ہو یا غالب ہو اور لگاتار کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلی ہے، اس معنی میں کہ وہ پیچھے نہ رہتا ہو اور کبھی اسے عموم کے لفظ سے تعبیر (بیان) کرتے، یعنی وہ اہل عرف کے درمیان مشہور اور عام ہو، ان کے یہاں معروف ہو اور ان میں سے پہلے جاری شدہ ہو اور غلبہ کا مطلب ہے کہ وہ اکثریت والا ہو، اس معنی میں کہ سوائے قلیل طور پر وہ پیچھے نہ رہتا ہو۔

غلبہ اور لگاتار کا اعتبار صرف اور صرف اہل عرف کے ہاں پائے جانے پر ہے، فقہی کتابوں میں پائے جانے کا نہیں کیونکہ اس میں بدل جانے کا احتمال ہے۔

تیسری: جس عرف پر تصرف (طور طریق، افعال وحرکات، کارروائی) کو محمول کیا جائے اس عرف کا تصرف کے وجود میں لانے کے وقت اس طرح سے موجود ہونا کہ عرف کی پیدائش تصرف کے وقت سے پہلے ہو چکی ہو، پھر وہ تصرف کے زمانہ تک مسلسل قائم رہتے ہوئے تصرف کے ساتھ آ ملے، اس بنا پر واجب ہوگا کہ اوقاف، وصیتوں اور تجارتوں کی دستاویزات اور نکاح نامے اور ان میں درج کردہ شرائط اور اصطلاحوں کی تفسیر اس عرف پر کی جائے جو تصرف کرنے والوں کے زمانے میں موجود ہو، نہ کہ ان کے بعد پیدا ہونے والے عرف پر، بنا بریں اگر کسی شخص نے اپنی زمین کی آمدن علماء یا طلباء پر وقف کر دی اور وقف کے وقت موجود عرف علماء کے مطلب کو ان کی جانب لوٹاتا ہو جن کے پاس دین کے امور کی مہارت ہو، کوئی اور شرط نہ لگاتا ہو اور طلباء کے مطلب کو دینی علم کے طلباء کی جانب لوٹاتا ہو، تو وقف کی آمدن ان علماء کی طرف لوٹائی جائے گی اور شہادت کے حصول کی شرط نہیں لگائی جائے گی، اگرچہ نیا عرف شہادت کو لازم ٹھہراتا ہے، جیسا کہ آمدن کو دینی طلباء کی طرف لوٹایا جائے گا، ان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ کی طرف نہیں، اگرچہ نیا عرف ان کو بھی اور ان کے علاوہ کو بھی مراد لیتا ہے۔

چوتھی: ایسے قول یا عمل کا نہ پایا جانا جو اس کے برعکس مضمون کا فائدے دے رہا ہو، جیسا کہ بازار کا عرف قیمت کی قسطوں میں ادائیگی کا ہو، اور عقد کرنے والے دونوں صراحت کے ساتھ نقد ادائیگی پر متفق ہو جائیں، یا عرف یہ ہو کہ سامان لے جانے کے اخراجات خریدار پر ہوں گے اور وہ دونوں اس پر اتفاق کر لیں کہ وہ فروخت کنندہ پر ہوں گے یا عرف یہ ہو کہ رجسٹر میں اندراج کروانے کے اخراجات خریدار پر ہوں گے، اور دونوں فریق اس کے فروخت کنندہ پر ہونے کا اتفاق کر لیں، اور یہاں پر قاعدہ یہ ہے کہ جو بغیر ذکر کے عرف کی بنا پر ثابت ہو، وہ تب ثابت نہ ہوگا جب اس کے مخالف معنی کی صراحت کر دی جائے۔ [1]

۱۴۰۔ عرف احکام کے جاری کرنے کا مرجع ہے:

احکام کے جزوی (محدود) واقعات اور حادثات پر جاری کرنے کے لیے عرف کو بھی مرجع تسلیم کیا گیا ہے، اس میں سے یہ ہے کہ گواہی قبول کرنے کے لیے عدالت شرط ہے، دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ (الطلاق: ۲)

''اور آپس میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ کر لو۔''

عدالت فقہاء کے نزدیک: ایسی پختہ عادت ہے جو اپنے صاحب کو تقوی اور کمال آدمیت (خصائل حمیدہ) سے وابستہ رہنے پر آمادہ کرے، تو جو چیز انسانیت کو عیب دار کرے گی اسے عدالت کے لیے بھی عیب ناک سمجھا جائے گا، اسے عیب ناک کرنے والی اشیاء زمانے اور جگہ کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہیں، اور اسی سے وہ بات ہے جس کا ذکر شاطبی نے کیا ہے جہاں وہ کہتے ہیں: جیسے سر کا ننگا رکھنا، حقیقت میں یہ بات علاقوں کے حساب سے مختلف ہے، مشرقی علاقوں میں یہ چیز کمال آدمیت کے لیے عیب ناک نہیں ہے، تو اس اختلاف کی بنا پر شرعی حکم مختلف ہوگا، اور اہل مشرق کے ہاں یہ عدالت میں عیب ناک ہوگا اور اہل مغرب کے ہاں عیب ناک نہیں ہوگا۔

اسی طرح سے قرآنی صریح عبارت میں آمدہ حکم:

---

[1] القواعد، للعز بن عبدالسلام: ۲/ ۱۷۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرة: ۲۳۳) ''اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو مطابق معروف (دستور) کے ہو۔'' کے جاری کرنے کے وقت خرچہ کا اندازہ لگانے کے لیے عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا، کیونکہ صریح عبارت نے اس کی مقدار بیان نہیں کی۔

امام جصاص رحمہ اللہ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں جو کہا ہے اس میں الفاظ یہ ہیں: اور جب عورت دوری اختیار کر لے اور اس سے زیادہ خرچے کا تقاضا کرے جو اس کی مثل کے لیے دستور ورائج ہے تو اسے نہیں دیا جائے گا، اور اسی طرح سے اگر خاوند عرف اور عادت میں اس جیسی کے خرچہ پر کی مقدار سے کوتاہی کرے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس جیسی کے خرچہ پر وہ مجبور کیا جائے گا۔ ❶

اور اسی طرح ہی سے ہوگی وہ چیز بھی جسے شارع نے واجب قرار دیا ہو اور اس کی مقدار مقرر نہ ہو تو اس کا اندازہ لگانے کے لیے عرف کو اختیار کیا جائے گا۔

۲۴۱۔ زمانے کے بدلنے سے احکام کا بدلنا:

وہ احکام جن کی بنیاد عرف اور عادت پر قائم ہو، تب وہ بدل جاتے ہیں، جب عادت بدل جاتی ہے اور فقہاء کے قول: (زمانے کے بدلنے پر احکام کے بدلنے کا انکار نہ کیا جائے) سے یہی مقصود ہے، اور اسی کے بارے میں امام شہاب الدین قرافی کہتے ہیں: عادتوں پر مرتب ہونے والے احکام، عادتوں کے ساتھ گھومتے ہیں، جیسے بھی وہ گھومیں، اور انہی کے ساتھ ہی وہ بھی بیکار ہو جاتے ہیں جب وہ بیکار ہو جائیں، جیسا کہ معاملات میں نقدی ہے اور سامان اور اس جیسی اشیاء کے معاوضوں میں عیوب ہیں، تو اگر نقدی اور سکہ میں عادت دوسرے سکہ کی طرف بدل جائے تو تجارت میں قیمت کو اس سکہ پر محمول کیا جائے گا جس سے عادت کا دوبارہ آغاز ہوا ہے، نہ کہ وہ جو اس سے پہلی تھی، اسی طرح جب عادت میں ایک چیز کپڑے کے لیے نقص ہو تو اس کی وجہ سے خریدی ہوئی چیز کو ہم واپس کر دیں گے، پھر جب عادت تبدیل ہو جائے اور وہی نقص اشیاء میں محبوب بن جائے جو قیمت کی زیادتی کا موجب ہو تو اس کی بنا پر وہ واپس نہ ہوگی، اسی قانون کے ساتھ ان تمام احکام کو جانچا جائے گا جو عادتوں

❶ الجصاص: ۱/ ۴۷۸.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مرتب ہوتے ہیں، اور یہ تحقیق علماء کے درمیان متفقہ ہے۔ اسی قانون کے مطابق تمام ایام میں فتاویٰ کا لحاظ کیا جائے گا، تو جب بھی عرف کا دوبارہ آغاز ہو تو اس کا اعتبار کرو، اور جب بھی وہ ختم ہو جائے تو اسے ختم کر دو۔ ❶

اسی بنیاد پر احکام مختلف ہوئے ہیں، ابوحنیفہ کا ظاہری عدالت کو کافی قرار دینے کا مذہب اسی سے ہے، چنانچہ انہوں نے حدود اور قصاص کے علاوہ میں گواہوں کے نیک قرار دیئے جانے کی شرط نہیں لگائی، کیونکہ لوگوں پر نیکی غالب تھی اور ان کا باہمی معاملہ سچائی پر تھا، لیکن ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ کے دور میں جھوٹ زیادہ ہو گیا، جس سے ظاہری عدالت کا لینا فساد اور حقوق کے ضیاع کا باعث بن گیا، تو دونوں نے گواہوں کے نیک قرار دیئے جانے کو لازمی قرار دیا اور ابوحنیفہ اور انؒ کے صاحبین کے درمیان اس اختلاف کے بارے میں فقہاء نے کہا ہے کہ یہ دور اور وقت کا اختلاف ہے، حجت اور دلیل کا اختلاف نہیں ہے، اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ گھر اور بعض کمروں کی ظاہری رؤیت سے رؤیت کے اختیار کا ختم ہو جانا اور اس کے مطابق ائمہ حنفیہ نے فتویٰ دیا کیونکہ کمرے ایک ہی طرز پر بنائے جاتے ہیں، لیکن تعمیرات کے بارے میں لوگوں کی عادت بدل گئی تو ان کے بعد آنے والوں نے فتوی دیا کہ رویت کا اختیار تب تک ختم نہ ہوگا جب تک گھر کے تمام کمروں کو نہ دیکھ لیا جائے، اس کی ایک اور مثال قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کی ہے، متاخر فقہاء نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے، کیونکہ عادت بدل گئی تھی، اس لیے کہ سابقہ معاملہ ان تعلیم دینے والوں کے لیے بیت المال سے عطیات مقرر کرنے کا تھا، تو جب یہ منقطع ہو گیا، تو متاخرین نے اجرت لینے کے جائز ہونے کا فتویٰ دے دیا تا کہ قرآن کو چھوڑ نہ دیا جائے جس سے وہ مٹ جائے گا، اس کی ایک مثال نبی کریم ﷺ کا صدقہ فطر کے لیے کھجوروں کا ایک ٹوپا، یا جو کا ایک ٹوپا، یا خشک انگوروں کا ٹوپا، یا پنیر کا ٹوپا فرض کرنا اور مدینہ میں ان کی عام خوراک یہی تھی، تو جس وقت خوراکیں بدل گئیں تو نئی خوراکوں سے ایک ٹوپا دیا جائے گا۔ ❷

۲۴۲۔ احکام کا یہ ردو بدل صرف ان احکام کو شامل ہے جو عرف پر مبنی ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے، لہٰذا یہ ان قطعی احکام کو شامل نہیں جنہیں شریعت لے کر آئی ہے، جس طرح اس

---

❶ القرافي: ۱/ ۱۷۶۔ اعلام الموقعين: ۳/ ۹۔ ❷ اعلام الموقعين: ۳/ ۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ردو بدل کو شریعت کے لیے منسوخ نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ حکم باقی ہے، صرف اس کے جاری کرنے کی شرائط پوری نہیں تھیں تو اس کے علاوہ اور حکم جاری کر دیا گیا، اس کی وضاحت اس بات سے ہوگی کہ جب عادت بدلتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ نئی پیش آنے والی حالت ایک اور حکم جاری کرنے کو ضروری قرار دے رہی ہے، یا یہ مطلب ہے کہ اصلی حکم تو باقی ہے لیکن عادت کی تبدیلی نے اس کے جاری کرنے کے لیے مخصوص شرائط کا پورا ہونا ضروری قرار دیا ہے، چنانچہ گواہوں کے لیے عدالت شرط ہے، اور اس کے ثابت شدہ ہونے کی بنا پر ظاہری عدالت ہی کافی ہوا کرتی تھی، پھر جب جھوٹ کی کثرت ہوگئی تو اس نے نیک قرار دینے کی شرط کو ضروری قرار دیا، اور اسی کے بارے میں شاطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اختلاف کا مطلب ہے کہ جب عادات مختلف ہو جائیں تو ہر عادت ایسی شرعی بنیاد کی جانب لوٹے گی جس کے ذریعہ سے اس پر حکم لگایا جائے گا۔ ❶

---

❶ الموافقات: ۲/ ۲۸٦.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نویں فصل:

نویں دلیل صحابی رضی اللہ عنہ کا قول

۲۴۳۔ تمہید:

جمہور علماء اصول کے نزدیک صحابی وہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا اور اتنی مدت آپ کے ساتھ رہا جتنی مدت اس کے لیے صاحب کا کلمہ استعمال کرنے کے لیے عرف کی رو سے کافی ہو، جیسے خلفاء راشدین، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لایا اور اس نے آپ کی مدد کی، اور آپ سے سنا، اور اس نے آپ کی پیروی کو اختیار کیا۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس ذمہ داری کو لے لیا، ان میں سے کچھ علم، فقہ، فتویٰ دینے، اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے میں مشہور ومعروف ہوئے، اور ان کے فتوے اور فیصلے نقل ہو کر ہم تک پہنچے تو کیا یہ درست ہوگا کہ ہم ان فتووں اور فیصلوں کو فقہ کے مآخذ میں سے ایسا مآخذ تسلیم کریں کہ مجتہد جس کا پابند ہو، اور اس سے تجاوز نہ کرے، بشرطیکہ وہ مسئلہ کے حکم کو نہ پائے، نہ کتاب میں، نہ سنت میں، اور نہ اجماع میں؟ یہ وہ بات ہے جس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

۲۴۴۔ محل اختلاف:

صحابی رضی اللہ عنہ کے قول کی حجیت میں علماء کے اختلاف کا موقع ومحل لامحدود نہیں ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے:

پہلی بات: صحابی رضی اللہ عنہ کا قول ایسی بات کے بارے میں ہو، جو رائے اور اجتہاد سے معلوم نہ کی جا سکتی ہو، کیونکہ اسے نبی کریم ﷺ سے سننے پر محمول کیا جائے گا، تو وہ سنت کے طبقہ سے ہوگی اور سنت احکام کے تقرر کا ماخذ ہے، اس قسم کے لیے حنفیہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی بات کی مثال پیش کی ہے کہ انہوں نے کہا: کم ترین حیض تین دن ہے، اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ان کے نزدیک ثابت شدہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ قول ہے: کم ترین حق مہر دس درہم ہے۔

دوسری بات: صحابی رضی اللہ عنہ کے اس قول کو شرعی حجت تسلیم کیا جائے گا جس پر اتفاق حاصل ہو، کیونکہ وہ اجماع ہے، اور اس طرح سے صحابی رضی اللہ عنہ کا وہ قول جس کا مخالف معلوم نہ ہو تو وہ سکوتی اجماع کے طبقہ میں ہے، اور سکوتی اجماع کے قائلین کے نزدیک یہ بھی حجت ہے۔

تیسری بات: صحابی رضی اللہ عنہ کا قول اس جیسے دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کو پابند بنانے والی حجت تسلیم نہیں کیا جائے گا، ہم نے دیکھا ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ آپس میں اختلاف کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کو اپنی اختیار کردہ بات کا پابند نہیں کرتے۔

چوتھی بات: صحابی رضی اللہ عنہ کا ایسا قول جو اجتہاد اور رائے سے صادر ہوا ہو، تو یہ وہ ہے جس کے بارے میں اختلاف ہوا ہے، کیا یہ ان کے بعد آنے والوں کے لیے حجت ہے یا نہیں؟ ❶

۲۴۵۔ بعض علماء کے مطابق یہ شرعی حجت ہے اور جب حکم نہ کتاب میں پایا جائے، نہ سنت میں اور نہ اجماع میں تو مجتہد پر اس کا لینا لازم ہے، اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہو تو ان کے اقوال میں سے اختیار کرنا اس پر لازم ہے۔

بعض دوسرے علماء کے مطابق یہ شرعی حجت نہیں اور نہ ہی مجتہد پر صحابی کے قول کا لینا لازم ہے، بلکہ وہ شرعی دلیل کے تقاضے کو لے۔

پہلوں نے اس بات کو دلیل بنایا ہے کہ صحابی کے اجتہاد میں صحیح ہونے کا احتمال بہت زیادہ ہے اور غلطی کا احتمال بہت تھوڑا ہے، کیونکہ صحابی نے نزول وحی کا مشاہدہ کیا ہے اور شریعت سازی کی حکمت اور اسباب نزول سے باخبر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمبی مدت تک رابطہ رہا ہے، جس نے شریعت کی معرفت اور اس کے مطالب کا ذوق اسے دلایا ہے، اور یہ تمام کا تمام ان کی آراء کے مقام و مرتبہ کو ان کے علاوہ کی آراء سے بلند کرتا ہے، اور ان کے اجتہاد کو بنسبت ان کے علاوہ کے اجتہاد کے صحیح ہونے کے زیادہ قریب کرتا ہے۔

دوسروں نے دلیل میں یہ بات پیش کی ہے کہ ہم کتاب وسنت کی اور جن دلیلوں کی

---

❶ شرح مسلم الثبوت: ۲/ ۱۸۵ و مابعدها.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانب ان دونوں کی نصوص (صریح عبارات) نے راہنمائی کی ہے ان کی اتباع کے پابند بنائے گئے ہیں صحابی کا قول ان میں سے نہیں ہے اور رائے پر مبنی اجتہاد غلطی اور درستگی دونوں کے نشانہ پر ہے اس میں صحابی اور غیر صحابی کے درمیان کوئی فرق نہیں، اگر چہ صحابی کے تعلق سے غلطی کا احتمال کم ہے۔

جس بات کو ہم راجح (قابل عمل) کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ صحابی کا قول لازم شدہ دلیل نہیں ہے لیکن جہاں پر نص (صریح عبارت میں حکم) نہ کتاب میں ہو، نہ سنت میں ہو اور نہ اجماع میں ہو، اور نہ ہی اس مسئلہ میں کوئی اور معتبر دلیل پائی جائے تو وہاں پر ہم اس کو لے لینے کی طرف مائل ہیں، سو اس حالت میں ہم صحابی کے قول کے لینے کو بہتر سمجھتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسویں فصل:

دسویں دلیل، ہم سے پہلے کی شریعت

۲۴۶۔ ہم سے پہلے کی شریعت سے مقصود:

ہم سے پہلے کی شریعت سے مقصود وہ احکام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے گزرنے والی امتوں کے لیے مقرر کیا، اور ان امتوں تک پہنچانے کے لیے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام پر انہیں اتارا۔

ہماری شریعت کے ساتھ ان کے تعلق کے بارے میں اور ہمارے تناسب سے ان کی حجیت کی حدود کی انتہاء کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے، اور ان کے اقوال کا تذکرہ کرنے سے پیشتر ضروری ہے کہ اختلاف کا موقع ومحل بیان کیا جائے، کیونکہ ہم سے پہلے کی شریعت کی چند اقسام ہیں، ان میں سے وہ بھی ہے جس کے ہمارے لیے حجت ہونے پر اتفاق ہے اور وہ بھی ہے جس کے ہمارے حق میں منسوخ ہونے پر اتفاق ہے اور وہ بھی جس میں اختلاف ہے۔

۲۴۷۔ ہم سے پہلے کی شریعت کی اقسام:

پہلی قسم: وہ احکام جو قرآن وسنت میں آچکے، اور ہماری شریعت میں دلیل موجود ہے کہ وہ ہم پر اسی طرح سے فرض ہیں، جس طرح سے ہم سے سابق امتوں اور اقوام پر فرض شدہ تھے، احکام کی اس قسم کے ہمارے لیے شریعت ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور ہمارے تعلق سے اس قسم کے شریعت اور حجت ہونے کا ماخذ وہ ہماری ہی شریعت کی نصوص (فرامین) ہیں، اس قسم میں سے روزوں کی فرضیت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ٥﴾ (البقرة: ۱۸۳) ''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۲۴۸. **دوسری قسم**: وہ احکام جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں بیان کیا، یا انہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت میں بیان کیا اور ہمارے حق میں ان کے منسوخ ہونے پر ہماری شریعت میں دلیل قائم ہے، یعنی وہ احکام سابقہ امتوں کے ساتھ خاص تھے، اسی قسم سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں آیا ہے: ﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَ عَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۴۵ ـ ۱۴۶) ''آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے لیے نام زد کر دیا گیا ہو، پھر جو شخص بے تاب ہو جائے، بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری میں سے ان دونوں کی چربیاں ان پر ہم نے حرام کر دی تھیں مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو، ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔'' اور نبی کریم ﷺ کا فرمان: وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، ''میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں، اور مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال نہیں کی گئیں۔'' تو آیت نے ایسی اشیاء کے حرام قرار دینے پر دلالت کی جو ہمارے لیے حرام نہیں کی گئیں، بلکہ وہ ہمارے لیے حلال کی گئی ہیں اور حدیث نے مسلمانوں کے لیے غنیمتوں کے حلال ہونے پر دلالت کی ہے، حالانکہ وہ سابقہ امتوں کے لیے حلال نہیں تھیں۔

۲۴۹. **تیسری قسم**: وہ احکام جن کا ذکر نہ ہماری کتاب میں ہے اور نہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت میں ہے اور علماء کے درمیان بغیر کسی اختلاف کے یہ قسم ہمارے لیے شریعت نہیں ہے۔

۲۵۰. **چوتھی قسم**: وہ احکام جنہیں کتاب وسنت کی نصوص لے کر آئی ہیں اور ہمارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلق سے ان احکام کے باقی ہونے یا باقی نہ ہونے پر ان نصوص کے تسلسل میں کوئی دلیل قائم نہیں ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ (المائدة: ٤٥) ''اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔'' تو یہ وہ قسم ہے جس میں اختلاف واقع ہے اور ہمارے تعلق سے اس کی حجیت میں اختلاف ہوا ہے۔

بعض علماء جیسے حنفیہ، اس کی حجیت کی طرف گئے ہیں، اور یہ کہ اسے ہماری شریعت کے ایک جزء کی مانند سمجھا جائے گا، جبکہ دوسرے علماء نے یہ بات اختیار کی ہے کہ وہ ہمارے لیے شریعت نہیں ہے، اور ہر فریق نے اپنے مذہب کی حمایت میں بہت سے دلائل پیش کی ہیں۔ [1]

۲۵۱۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ اختلاف غیر اہم ہے، کیونکہ اس میں عمل پر کوئی اختلاف مرتب نہیں ہوتا، اس لیے کہ سابقہ شریعتوں کے احکام میں سے کوئی حکم ایسا نہیں ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ہم پر بیان کیا ہو، یا اسے رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا ہو، مگر ہماری شریعت میں اس کے ہمارے حق میں منسوخ ہونے یا باقی ہونے پر دلالت کرنے والی چیز موجود ہے، خواہ باقی رکھنے یا منسوخ کرنے کی وہ دلیل اسی نص (فرمان) کے تسلسل میں آئے جس نے سابقہ شریعتوں کا حکم ہمارے لیے بیان کیا ہے یا وہ دلیل کتاب وسنت کی نصوص میں کسی اور جگہ پر آئے۔

اس موقع پر اپنے قول کی تائید میں ہم سابقہ آیت ﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ (المآئدة: ٤٥) کے احکام کا ذکر کرتے ہیں، کیونکہ بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ زخموں اور اعضاء میں قصاص کا ہونا ہمارے لیے شریعت نہیں ہے، وہ صرف اور صرف ہم سے پہلوں کے لیے شریعت تھا لہٰذا ہم اس کے پابند نہیں ہیں، یہ فقط خام خیالی ہے جو کسی حجت اور دلیل پر قائم نہیں ہے علماء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف

---

[1] دیکھئے المستصفى ١٣٢ ومابعدها۔ الآمدي: ٤/ ١٨٦ ومابعدها۔ شرح مسلم الثبوت: ٢/ ١٨٤، ١٨٥ المسودة ١٩٣۔ الاحكام لابن حزم: ٥/ ٢٧٤۔ التلويح على التوضيح: ٢/ ١٦.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے کہ اس آیت کے احکام ہمارے حق میں ثابت ہیں، اور یہ کہ وہ ہماری شریعت کا جزء ہیں اور جو بھی مختلف فقہی مدارس کی کتابوں پر باخبر ہے تو وہ جان کے قصاص کے لیے اور جو جان کے علاوہ ہے اس میں قصاص کے لیے خاص باب پائے گا، لہٰذا وہ بغیر اختلاف کے ہمارے حق میں ثابت شدہ حکم ہے۔

شافعی رحمہ اللہ اس آیت کے سلسلہ میں کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اہل تورات پر جو فرض کیا اس کا ذکر کیا تو فرمایا: ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ﴾ (المآئدة: ٤٥) ''اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔'' الخ اس امت میں قصاص کے ہونے کے بارے میں کسی اختلاف کا مجھے علم نہیں ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل تورات کے درمیان اس حکم کے ہونے کا بیان کیا ہے مجھے اس بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ دو آزاد مسلمانوں کے درمیان جان میں اور اس کے علاوہ ایسے زخموں میں قصاص ہے جن زخموں میں قصاص کے مقام سے قصاص لیے جانے والے پر ہلاکت کے خوف کے بغیر قصاص کی استطاعت ہو۔ ❶

ابن قدامہ رحمہ اللہ کی المغنی میں ہے: جان کے علاوہ میں قصاص کے جاری کرنے پر تمام مسلمانوں نے اجماع کیا ہے، بشرطیکہ وہ ممکن ہو۔ ❷

ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر میں آیت کے تقاضے پر عمل کرنے پر اجماع نقل کیا ہے۔ ❸

تو اس آیت کے احکام ہم سے پہلے کی شریعت کے قائلین اور اس بارے میں ان کے مخالفین دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کی رائے پر ہمارے حق میں جاری شدہ ہیں، پہلا فریق تو اپنے مذہب کے مطابق اسی آیت سے دلیل لیتا ہے اور دوسرا فریق بھی اسی آیت سے دلیل لیتا ہے کیونکہ ہماری شریعت کے دلائل اس کے ہمارے تعلق سے شریعت ہونے پر قائم ہیں، اور ان دلائل میں سے:

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾ (البقرة:١٧٨)

---

❶ احکام القرآن، للشافعی: ١/ ٨٢٠۔ ٨٢١۔ ❷ المغنی: ٧/ ٧٠٢۔ ٧٠٣۔

❸ تفسیر ابن کثیر: ٢/ ٦...

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔'' اور سنت میں ہے: وَالْعَمَدُ قَوَدٌ اِلَّا اَنْ يَّعْفُوَ وَلِيُّ الْقَتِيْلِ ، ''قتل عمد میں قصاص ہے سوائے اس کے کہ مقتول کا وارث معاف کر دے۔'' ایک اور حدیث میں ہے: مَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظْرَيْنِ ، اِمَّا اَنْ يَّفْتَدِيَ ، وَاِمَّا اَنْ يَقْتُلَ . ''جس کا کوئی قتل کر دیا جائے تو وہ دو اختیاروں میں سے بہتر کے ساتھ ہے، یا یہ کہ وہ فدیہ لے لے اور یا یہ کہ وہ قتل کر دے۔'' تو یہ نصوص (فرامین) صراحت کے ساتھ قتل عمد (جان بوجھ کر) میں قصاص کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور قتل میں قصاص اس بات کا بعض حصہ ہے جسے وہ آیت لائی ہے جس آیت کی بابت ہماری گفتگو ہے۔

دوسری دلیل: نبی کریم ﷺ نے زخموں میں قصاص کا فیصلہ دیا ہے۔ ❶ اور دانت میں بھی، لیکن نقصان رسیدہ نے قصاص معاف کر دیا۔ ❷

تیسری دلیل: نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ اُصِيْبَ بِدَمٍ اَوْ خَبْلٍ ، اَيْ جِرَاحٍ فَهُوَ بِالْخِيَارِ بَيْنَ اِحْدٰى ثَلَاثٍ ، اِمَّا اَنْ يَّقْتَصَّ اَوْ يَاْخُذَ الْعَقْلَ اَيْ الدِّيَةَ اَوْ يَعْفُوَ . ''جس کو خون یا زخم پہنچایا گیا تو اسے تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، یا یہ کہ وہ قصاص لے لے یا دیت (خون بہا) لے لے، یا معاف کر دے۔'' ❸

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ (البقرة: ١٩٤) ''جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کے مثل زیادتی کرو جو اس نے تم پر کی ہے۔'' علماء نے کہا ہے کہ اس آیت میں وہ قصاص شامل ہے، جو جان میں اور جان کے علاوہ میں ہے جو کہ اس آیت: ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ (المآئدة: ٤٥) ''اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان۔'' میں آیا ہے۔ ❹ اس سب سے واضح ہو گیا کہ احکام آیت قصاص جو ہم سے پہلے لوگوں کے لیے شرع تھی وہ ہمارے حق میں بھی ان دلائل کے ساتھ ثابت ہیں جو ہماری شریعت میں آئے ہیں۔

---

❶ اقضية الرسول ﷺ للشيخ عبدالله بن محمد بن فرج، ص ٩.

❷ المرجع السابق: ص ١٣. ❸ نيل الاوطار، للشوكاني: ٧/٧.

❹ الآمدي: ٤/ ١١٩ ـ المستصفى للغزالي: ١/ ١٣٤ ـ ١٣٥.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ